Tahreer
Journal of Languages and Literature, Vol. 2 No. 2 (2024)

A Critical Analysis of Social Consciousness in Zahida Hina's Fiction

زاہدہ حنا کے افسانوں میں سماجی شعور کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ

[1]Dr.Parveen Akhtar Kallu
[1]Associate Professor, Department of Urdu, Government College University Faisalabad
Correspondence Email: dr.parveenkallu@gmail.com

pISSN: 3007-2077
eISSN: 3007-2085

Received:10-10-2024
Accepted: 24-12-2024
Online: 31-12-2024

This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license.

Copyright: © 2024 by the author(s).

Abstract

Zahida Hina is a well-known fiction writer, novelist, and columnist from Pakistan. After reading Zahida's stories, there is no problem in forming an opinion about her that she has written a wide range of literature, history, society, and religion. Along with studying, he has made full use of them and has taken material from all these things and made it a part of his legends. Through social realism, Zahida Hina not only made the subject of social life, class contradiction, the oppressed classes of society, and the injustice done to them in her fiction, but also the contractors of politics and religion who work for their own interests. Those who exploit others do not escape from their pen. Zahida Hina had a close relationship with the individual and the society. His fiction is based on reality. Social realism, problems and difficulties of the poor, cruelty and injustice, a sense of humiliation, self-respect, and cruelty and abuse of the feudal class are present everywhere in the fictions of Zahida Hina. For this reason, human psychology and social issues are found everywhere in his fiction. His fictions "Zaitoon ki aak shakh" and "Rang tamam Khun Shud" are the best examples in which he has depicted society in full.

Keywords:
Zahida Hina, Fiction, "Zaitoon Ki Aik Shakh", "Rang Tamam Khun Shud", Poor, Injustice, Humiliation, Self-Respect, Cruelty, Abuse, Feudal Class

زاہدہ حنا پاکستان کی معروف افسانہ نگار، ناول نگار، ادیبہ اور کالم نویس ہیں۔(۱) زاہدہ کی کہانیاں پڑھ کر ان کے بارے میں یہ رائے قائم کرنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آتی کہ انہوں نے ادب، تاریخ، سماج اور مذہب کا وسیع مطالعہ کرنے کے

ساتھ ساتھ ان سے بھرپور استفادہ بھی کیا ہے اور ان تمام چیزوں سے مواد لے کر اسے اپنے افسانوں کا حصہ بنایا ہے۔ اس وجہ سے ان کے افسانوں میں انسانی نفسیات اور سماج کے مسائل کے رموز و نکات جگہ جگہ پر ملتے ہیں۔ ان کے افسانے "زیتون کی ایک شاخ"، "رنگ تمام خوں شدہ" اس کی بہترین مثالیں ہیں جن میں انہوں نے سماج کی بھرپور عکاسی کی ہے۔

زاہدہ حنا ایک ایسی سماجی افسانہ نگار ہیں جنہوں نے برصغیر کو سیاسی بحران کے ساتھ ساتھ سماجی و تہذیبی زوال کے حوالے سے دیکھنے کی کوشش کی ہے۔ ان کے ہاں وجودی احساسات بھی موجود ہیں لیکن انہوں نے وجودی فلسفے کو بے عملی کی سطح پر نہیں اپنایا بلکہ ان کے کردار سماجی حوالے سے زندہ رہنے کی جدوجہد کرتے بھی نظر آتے ہیں۔ ان کے کردار بے بسی کے خلاف جہاد کرتے نظر آتے ہیں لیکن انہوں نے کردار کے سماجی شعور کی تصویر کشی کے لیے ان کے اندر دور تک اتر کر دیکھا ہے۔ ان کے بارے میں مرزا حامد بیگ کے خیالات ہیں:

> "آج کی انٹلکچوئل عورت کے نزدیک وصال ایک شفاف ندی ہے جس کے اندر کوئی رمز نہیں اور اس کے مقابل فراق جان لیوا ہے لیکن اسرار سے پر سمندر کی مانند خوبصورت۔ یوں زاہدہ حنا کا چناؤ فراق ہے۔"(۲)

زاہدہ حنا کا تخلیقی رویہ رومانیت سے جڑا ہوا ہے ان کے افسانوں میں "زیتون کی شاخ، صرصر بے اماں، آنکھوں کے دید بان، یکے بود یکے نبود" میں سماجی شعور اپنی تمام تر گہرائیوں کے ساتھ موجود ہے۔ زاہدہ حنا کے افسانوں کا بنیادی مزاج قوت، حسن اور صداقت ہے انہوں نے دنیا کی ہر بدصورتی کے خلاف ایک رد عمل دیا ہے۔ چاہے وہ بدصورتی معاشی نوعیت کی ہو، سیاسی ہو یا سماجی سطح پر ہو انہوں نے اس کا رد عمل دیا ہے۔ زاہدہ حنا نے سماجی حقیقت نگاری کے ذریعے نہ صرف اپنے افسانوں میں سماجی رہن سہن، طبقاتی تضاد، سماج کے پسے ہوئے استحصال طبقات اور ان کے ساتھ ہونے والی ناانصافی کو موضوع بنایا بلکہ سیاست اور مذہب کے ٹھیکیدار جو اپنے مفاد کے لیے دوسروں کا استحصال کرتے ہیں ان کی قلم کی زد میں آنے سے بچ نہ پائے۔ زاہدہ حنا کا فرد اور سماج سے گہرا رشتہ تھا۔ ان کے افسانے حقیقت نگاری پر مبنی ہیں۔ سماجی حقیقت نگاری، غریبوں کے مسائل اور مشکلات، ظلم و ناانصافی، احساس ذلت، عزت نفس کو بری طرح جھنجھوڑنا، جاگیردار طبقے کی ظلم و زیادتی زاہدہ حنا کے افسانوں میں جگہ جگہ ہے۔

زاہدہ حنا نے پوری دنیا میں ہونے والے ظلم و ستم اور جبر کی کیفیت کو کہانی کے باطن میں خوبصورتی سے سمو دیا ہے۔ ان کی کہانیوں میں ایک ہی فکری تسلسل موجود ہے۔ "رقص بسمل ہے" میں بالخصوص بربریت اور استعاریت کے خلاف مزاحمتی

رویہ اور احتجاج کی کیفیت ہے۔ انہیں شہر کی توقیر اور وقعت کا احساس ہے۔ اس میں شک نہیں کہ زاہدہ حنا باشعور قلم کاروں کی طرح ہمارے معاشرے میں ہونے والی بہت سی ناانصافیوں کے بارے میں نہ صرف معلومات رکھتی ہیں بلکہ بآواز بلند ان کا اظہار بھی کرتی ہیں۔ مگر اس طرح افسانوی فضا مجروح بھی ہوتی ہے۔ ایک مثال دیکھیے

> "ان پر دباؤ ڈالا جانے لگا وہ اپنے حق سے دستبردار ہو جائیں عدالت کو اپنا فیصلہ لینے کی درخواست دیں، جیتی ہوئی جنگ ہار جائیں، نہ اپنے لیے اور نہ ان چند روپوں کے لیے جو عدالت عظمیٰ نے نہیں دلانے کا فیصلہ کیا تھا۔"(۳)

"قیدی سانس لیتا ہے" زاہدہ حنا کا پہلا افسانوی مجموعہ ہے۔ اس میں کل تیرہ کہانیاں ہیں۔ یہ کہانیاں آج کے انسان کے سماجی و معاشرتی گھمبیر مسائل کی ترجمان ہیں۔ یہ کہانیاں نہ تو کسی کا دل بہلانے والی رومانی فضا میں سانس لے رہی ہیں اور نہ معاملات حسن وعشق کی چونچلوں کی عکاسی ہیں۔ بلکہ ان کہانیوں میں کہانی نگار کی مرتی ہوئی زندگی کی سچی دھڑکنیں سنائی دے رہی ہیں۔ یہ دھڑکنیں خواب آور لوریاں بن کر قاری کو سلاتی نہیں ہیں بلکہ اسے خواب سے چونکا کر نئی راہ پر گامزن کر دیتی ہیں۔

زاہدہ حنا کے پہلے افسانوی مجموعہ "قیدی سانس لیتا ہے" کے پہلے افسانے "تاکجا آباد" میں معاشرے کا اکیلا پن محسوس کرنا ایک نفسیاتی کیفیت ہے۔ یہ کہانی ایک اداس نسل کی ایک تنہا خاتون کی ہے جو اپنے ماضی کی تین یا چار اداس نسلوں کے ہجوم کے درمیان اس طرح گھری ہوئی کھڑی ہے جیسے چوترے سے ٹیک لگائے ہوئے اس کی شبیہ کے ارد گرد ماضی کے ہیولے لمحہ بہ لمحہ اپنی چھب دکھلا کر غائب ہو رہے ہوں، ابھر رہے ہوں، پھر غائب ہو رہے ہوں اور آخر میں اسے اسی حالت میں کھڑا چھوڑ کر معدوم ہو گئے ہوں۔

> "میں چبوترے سے ٹیک لگائے کھڑی ہوں اور ان ستونوں محرابوں کو دیکھتی ہوں، ان کا سونا پن اور اداسی مجھے یاد دلاتی ہے کہ یہ جگہ میرے گھر سے کس قدر مشابہ ہے۔ اپنی تعمیر میں نہیں، اپنی تنہائی اور ویرانی میں۔"(۴)

معاشرے میں ایک پیچیدہ اور عموماً ناخوشگوار جذباتی رد عمل ہے جو سماجی اکیلے پن کی وجہ سے ابھرتا ہے۔ تنہائی میں عموماً ایک اندرونی چاہت بہت زیادہ ابھرتی ہے کہ کسی سے قریبی تعلق ہو یا ربط ہو۔ یہ صورت حال اور مستقبل دونوں پر محیط ہو سکتی ہے۔ تنہائی کی وجوہ مختلف ہو سکتی ہیں۔ دماغی، جذباتی، جسمانی اور سماجی عوامل کی وجہ سب سے اہم ہیں۔

Tahreer
Journal of Languages and Literature, Vol. 2 No. 2 (2024)

زاہدہ حنا کا پہلا افسانوی مجموعہ "قیدی سانس لیتا ہے" کے افسانے "زیتون کی ایک شاخ" میں آج کی آزادی کو جب ہم آزادی کہتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ہم گھٹن زدہ ماحول میں رہ کر زندگی گزار رہے ہیں۔ ریڈ کر اس اس افسانے کا کردار جبری بھرتی کے تحت ویتنام کی جنگ پر جا رہا تھا۔ اس کا باپ کوریا کی جنگ میں کام آیا تھا۔ یہ کہانی آج کی کہانی لگتی ہے۔ افغانستان پر بھی حملہ کرنے والے بھی نہ جانے کتنی فوجی اپنی مرضیہ کے خلاف محاذ پر بھیجے گئے ہوں گے۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ جنگ کئی نسلوں کی مسرتوں کو نگل کر نفرتوں کی گھاٹیوں پر دھکیل دیتی ہے۔ وہ جو دوسروں کے لیے بارودی سرنگے بچھاتے ہیں بھول جاتے ہیں کہ وہ خود بھی اس کا شکار ہو سکتے ہیں۔ زاہدہ حنا لکھتی ہے۔

"سن امریکہ سن دھیان سے، ہائی پونک سے اٹھتی بچوں کی چیخیں لمبی اور صاف سنائی دیتی ہیں یہ چیخیں۔(۵)

اس معاشرے میں بولنے کو تو ہم آزاد ہیں مگر ہمارے ذہن اب بھی غلام ہیں۔ یہ کیسی آزادی ہے جس نے انسانوں کو ذہنی طور ماضی کی یادوں کے دھندلکوں میں چھوڑ دیا۔ آزادی کے حصول میں بہت سی قربانیاں وی گئیں۔ کیا ایسی آزادی سے معاشرتی تضاد جنم نہیں لیں گے۔

زاہدہ حنا کے افسانوں میں اپنے سماج، اپنے ماحول سے، بغاوت کا احساس ملتا ہے۔ زاہدہ حنا کے پہلے افسانوی مجموعے "قیدی سانس لیتا ہے" کے افسانے "پانیوں میں سراب" میں عورت معاشرے میں استحصال اور پامالی کا شکار نظر آتی ہے۔ ایک ایسی عورت جو مرد کے ظلم کے خلاف آواز اٹھانا چاہتی ہے لیکن آواز اٹھا نہیں سکتی۔ وہ مر مر کر جینے کے لیے مجبور ہے۔ وہ عورت جو اس ماحول سے رہائی حاصل کرنا چاہتی ہے۔ لیکن اسے نجات کی کوئی راہ نظر نہیں آتی۔

پانیوں میں سراب یہ افسانہ تین کرداروں کے گرد گھومتا ہے۔ اس افسانے کا خصوصی کردار میں "(راوی یعنی اس کہانی کی ہیروئیں) دوسرا اظفر جو راوی کا شوہر ہے۔ تیسرا "یوسف" جو ان دونوں کا بہترین دوست ہے، احسن اور صفیہ احسن (احسن کی بیوی) ضمنی کردار ہیں۔ کہانی کچھ اس طرح ہے کہ راوی، یوسف، احسن اور صفیہ احسن تاریخی و مشہور مقامات کی سیر کر رہے ہیں کہ اچانک راوی لوح مزار پر لکھی ہوئی تحریر "عصمت پناہ" پڑھ کر ظفر سے کہتی ہے کہ میری قبر پر بھی "عصمت پناہ" کندہ کر دادینا۔ راوی کا "عصمت پناہ" پڑھ کر ہنسنا گویا طنز ہے اس سماج پر جو کھوکھلی باتوں پر مرتا ہے یا جان دیتا ہے۔

"اور جب چلتے چلتے رک کر میں نے ایک قبر کا کتبہ پڑھا تو ٹھٹک گئی تھی لوح مزار پر لکھا تھا:

عصمت پناہ جہاں بیگم۔(٦)

راوی اظفر اور یوسف کے درمیان رہ کر رشتوں کو نبھاتی ہوئی دوہری زندگی گزارنے سے پریشان اور بیزار ہوگئی ہے۔ وہ کسی ایک مرد کی ہو کر رہنا چاہتی ہے اور آخر میں وہ تمنا کرتی ہے کہ وہ ان دونوں سے ہی نجات حاصل کرلے۔ اظفر ایک ایسا کردار ہے جو صرف پیسہ کمانے یا دولت حاصل کرنے کو اہمیت دیتا ہے۔ اسے بزنس کانٹریکٹس اور ان کی میٹنگز سے ہی فرصت نہیں ہے۔ اس کے پاس اپنے رشتہ داروں اور بیوی کے لئے کوئی وقت نہیں ہے۔

اظفر کے لیے عورت (بیوی) صرف ایک ضرورت ہے۔ اس کے بعد اس کا وجود بے معنی ہے۔ اسے اس بات سے ذرا بھی سروکار نہیں کہ اس کی بیوی کیا چاہتی ہے۔ وہ کس طرح زندگی گزار رہی ہے یہی وجہ ہے کہ اظفر اپنی بیوی کو کبھی سمجھ نہیں پایا۔ اس نے اسے سمجھنا ضروری بھی نہیں سمجھا۔ اظفر ایک ایسا کردار ہے جو دوسروں کو تڑپتا دیکھنے میں لذت محسوس کرتا چاہے وہ بیوی ہو یا عورت!

> "میرے عقب میں آواز ہوئی تو میں نے گردن گھما کر دیکھا۔ کنارے کے قریب اظفر نے ایک مچھلی پکڑی تھی اور اب وہی کشتی کے فرش پر تڑپ رہی تھی۔ یہ اس کے تڑپنے پھڑکنے کی آواز تھی۔ اظفر پلیز اسے پانی میں پھینک دو۔ میں نے بیتابی سے کہا۔ بمشکل تمام ایک تو ہاتھ آئی ہے اور تم کہہ رہی ہو کہ اسے واپس پھینک دوں، جواب نہیں ہے تمہارا بھی۔ اظفر کی آنکھوں میں مچھلی کو تڑپتے دیکھ کر نفرت کی لکیر کھنچ گئی۔"(٧)

اس افسانے میں ایک ایسی عورت کی زندگی کی کہانی ہے جو پانیوں میں رہنے کے باوجود ایک ایسے سراب کی متلاشی ہے۔ جو اس کی پیاس کو بجھا سکے۔ "پانیوں میں سراب سے یہاں مراد ہے دو مردوں سے رشتہ و رابطہ قائم ہونے کے بعد بھی ایک عجیب تشنگی۔ اور وہ تشنگی ہے کسی ایک مرد کی ہو کر رہنا۔ یہاں سے تشنگی سے مراد سکون ہے جو اس عورت کو حاصل نہیں۔ الغرض یہ افسانہ مردوں کے اس سماج کی عکاسی کرتا ہے جہاں پر عورت کی زندگی ان کے لئے کوئی معنی نہیں رکھتی۔ معانی رکھتے ہیں اخلاقی اقدار اور دولت کی ہوس۔

قیدی سانس لیتا ہے" کے افسانے "جل ہے سارا جل" میں ایک ایسے سماج کی تکمیل کرتا ہے جس میں مرد فاتحانہ زندگی گزارتے ہیں اور ساری مصیبتیں اور رکاوٹیں عزت کے حصے میں آتی ہیں۔ عورت کو ہمیشہ ہی دکھ اور تکلیفوں میں گھیر کر رکھا جاتا

ہے۔ امیرانہ نظام میں مرد ہمیشہ ہی عورت کو جوتی کی نوک پر رکھتے ہیں۔ جارحانہ سلوک قائم رہتا ہے۔ ہر وقت عورت کو دبا کر رکھا جاتا ہے اور عورت کو کبھی قربانی سے بیاہ دیا جاتا ہے تو کبھی اس کے جذبات کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جاتے ہیں۔ "جل ہے سارا جل" میں پاکستان میں بیشتر گھروں میں یہ عقیدہ بن چلا تھا کہ عرب ان کے رازق اور پالن ہار ہیں اور ان کے التفات کو دیر پابنانے کی ایک صورت ان کی مرغوبات نسوانی کی پاکستان سے فراہمی ہے۔ اس تناظر میں اس افسانے کی آخری دو سطریں:

"ارم کو شادی کے بعد اندازہ ہوا کہ کسی عرب شاہ زادے کی بیوی بنا کوئی ہنسی ٹٹول نہیں وہ اس کی منکوحہ تھی اور عرب شہزادے کے بقول وہ اس کی کھیتی تھی اور کھیتی اس بات کی مجاز نہیں کہ وہ ہل چلانے والے کو اس بات پر ٹوکے کہ ہل کھیتی کے آغاز سے چلایا جائے یا اختتام سے۔(۸)

ہمارے معاشرے میں عورت کو کبھی فیصلوں کا اختیار نہیں دیا جاتا۔ کبھی اس سے اس کی مرضی نہیں پوچھی جاتی، بس حکم صادر کیا جاتا ہے۔ جس کی تکمیل عورت پر فرض کر دی جاتی ہے۔ ہمارے معاشرے میں عورت کو اس کی مرضی کے بغیر جس سے دل چاہے اس سے باندھ دیا جاتا ہے۔ چاہے وہ اس سے مطابقت رکھتا ہو یا نہیں، اس کی زندگی کے فیصلے ماں باپ کرتے ہیں۔

زاہدہ حنا کا افسانہ "زرد ہوائیں، زرد آوازیں" میں ایسے کرداروں کی عکاسی کر رہا ہے جو ماضی پرست ہے۔ اس افسانے کو کہانی کار نے ماضی کی یادوں کا سہارے آگے بڑھایا ہے۔ اس کہانی کا سب سے حال کا وہ لمحہ ہے جب کہانی کی راوی اپنے ایک ہم وطن امیت سے پردیس میں تعارف ہوتی ہے اور دیکھتے دیکھتے قربت کے اس عالم میں داخل ہو جاتی ہے۔ جہاں وصال و ہجر بے معنی لفظ لگتے ہیں۔ اس عالم کے تجربات اور گوناگوں کیفیات جس طرح پھوار کی صورت اس کے دل پر پڑی اور لفظوں کی صورت گری میں ڈھل گئی ہے۔

"لیکن یہ جو دل کے ٹکڑے ٹکڑے کی کیفیت تھی یہ نہ کبھی اس نے محسوس کی تھی نہ میں نے۔ ہم سب سرشاری کی انتہا پر ہوتے اس لمحے بھی دل مزید قرب کے لیے تڑپتا۔ ہمارے دل جانے کس ملن کے طلبگار تھے۔ ہم نے سنا تھا اور ہم نے دیکھا تھا کہ بدن کی پیاس بجھ جائے تو دل بھر جاتا ہے اور پھر بھلانے کا عمل شروع ہو جاتا ہے۔ لیکن ہم دونوں کے اندر جانے کون کی پیاس بھڑکتی تھی کہ وصال سے ہی نہیں بجھتی تھی۔ تب ہمیں معلوم ہوا کہ

Tahreer
Journal of Languages and Literature, Vol. 2 No. 2 (2024)

> عشق کے کہتے ہیں۔ یہ بھی کہ عشق میں وصال و ہجر بے معنی لفظ بس، کیسی دوری، کیسی حضوری، کیسا وصال اور کیسی مجبوری ہر ساعت کی اپنی لذت تھی، ہر ساعت کا اپنا کرب تھا۔"(۹)

انسان فطرتاً کبھی بھی اپنی زندگی کے اچھے لمحات کو نہیں بھول پاتا۔ اسے اپنے ماضی سے اس قدر لگاؤ ہو جاتا ہے کہ انسان کبھی ماضی کو یاد کر کے بہت ہی چلا جاتا ہے اور کبھی روتا رہتا ہے۔ اس افسانے کے کردار مکمل طور پر پاش پرست ہیں ان کی باتوں سے ناسٹلجیا کے اثرات اور تاثرات ملتے ہیں۔ یہ لوگ معاشرے میں بہت حساس زندگی گزارتے ہیں اور معاشرے کے لیے مسائل کو جنم دیتے ہیں۔

زاہدہ حنا باشعور قلم کاروں کی طرح ہمارے معاشرے میں ہونے والی بہت سی ناانصافیوں کے بارے میں نہ صرف معلومات رکھتی ہیں بلکہ بآواز بلند ان کا اظہار بھی کرتی ہے۔ افسانہ "بود و نابود کا آشوب" ایک ایسے فوجی افسر کی بیوی کے احساسات و جذبات کی ترجمانی کرتا ہے جو اس حقیقت سے بے خبر ہے کہ اس کا شوہر آمریت کے خلاف عوام کی جدوجہد کو کچلنے پر مامور ہے اس کے حکم سے بہت سے نہتے شہری مارے گئے یا گرفتار کر کے عقوبت خانوں میں ان پر مظالم ڈھائے گئے۔ اس کی ان اعلیٰ خدمات کے عوض حکومت وقت نے اسے ترقی دے کر سینئیر افسر بنا دیا ہے۔ ایک روز جب بیوی پر یہ انکشاف ہوتا ہے کہ اس شخص کی بیوی ہے جس کے ہاتھ پر کئی معصوموں کا لہو لگا ہے کئی لوگوں کو تو وہ ذاتی طور پر جانتی تھی۔ کئی اس کے عزیز دوست بھی رہے تھے، حقائق سے باخبر ہونے کے بعد وہ شدید جذباتی دھچکے سے دوچار ہوتی ہے۔ اس کی ذہنی کشمکش اور جذباتی صدمے کی عکاسی کرتے ہوئے مصنفہ نے سماج میں قومی اداروں اور مہذب افراد کی قلعی یوں کھولی ہے۔

> "اذیت ہر وہ اذیت جو صرف ایک انسانی ذہن یہی سوچ سکتا ہے۔ اسے اور اس کے ساتھیوں کو مل گئی، صرف اس لیے کہ وہ ان حکمرانوں سے اختلاف رکھتے تھے۔ جنہوں نے انسانوں پر جینا حرام کر رکھا تھا۔ یہ حکمران جن کا خیال تھا کہ وہ زمین پر خدا کے نائب ہیں اور خدا کے نائین سے زیادہ بھلا اور کون عدل کر سکتا ہے۔ سو انہوں نے بھی عدل کیا۔ سزاؤں کا نگران اعلیٰ اندر بیٹھا تھا اور ہنس رہا تھا جب کہ اس کی نگرانی میں ان سب لوگوں کو سزائیں دی جارہی تھیں۔ انہی دنوں میں نے اس عقوبت کے نگران کا ہر شام بے تابی سے انتظار کیا تھا

Tahreer
Journal of Languages and Literature, Vol. 2 No. 2 (2024)

اور ہر شب شب بسری کی تھی۔"(۱۰)

زاہدہ حنا نے پاکستان میں فوج کے کردار اور عزائم پر کھل کر تنقید کی۔ فوجی حکومتوں میں موجود دوغلے چہروں سے پردے کھینچے۔ دوغلی پالیسیوں کو بے نقاب کیا۔ وہ عالمی طاقتوں کی طرف سے منفی اقدامات کی شدید مذمت کرتی ہیں۔ سپر پاور کا اصل مقصد اقتدار اور طاقت کا حصول ہے۔ لوگ موت، معذوری، ذلت اور افلاس کا شکار ہیں۔ اس لیے مصنفہ کی سوچ کا رشتہ جبر و تشدد کی فضا کے خلاف مزاحمت سے جڑ جاتا ہے۔

زاہدہ حنا کے پہلے مجموعہ "قیدی سانس لیتا ہے" کے آخری افسانے "رنگ تمام خون شدہ" سنگین سماجی اور حکمرانی آئین کے شعور کے باعث طبقہ وسیع تر دنیا زاہدہ حنا کا موضوع ہے۔ اس افسانے کا پس منظر مجلس اعزا ہے جس میں پر سوز نوحوں کا حزنیہ شامل ہے اور اس حسینی قافلے کے شب و روز کے بیان کے ساتھ ساتھ ایک اور قافلہ بھی محو سفر ہے۔ یہ ادیب خواتین کا قافلہ ہے جنہیں اندرون سندھ کی سیر کروائی جارہی ہے۔ وہاں کے عجائب گھر دکھائے جارہے ہیں اور تہذیب و تمدن سے روشناس کروایا جارہا ہے۔ اس قافلے میں عذرا بھی شامل ہے جس کا دوست شاہی قلعے میں بند ایذائیں برداشت کررہا ہے اور یہاں فوجی انتظام کے تحت انہیں سندھ کا وہ چہرہ دکھایا جارہا ہے جسے نکھارنے کے لیے کتنے کاریگروں کی انگلیاں لہولہان ہوئیں، کتنے فاقوں سے مر گئے اور کتنوں کے خاندان افلاس و حسرت کے تھر میں پڑے سسک رہے ہیں۔ ان کی محنتوں سے آسائشیں کوئی اور خرید رہے ہیں۔ وہ نسل در نسل محکوم تھے اور نسل در نسل ان پر حکمرانی کرنے والے خود کو جائز، برحق اور بہترین حکمران کہتے رہے تھے۔

> "حکمرانوں کے آئین ابتداء سے اب تک ایک ہی تھے۔ عہد بہ عہد ان کے القاب بدل جاتے تھے۔ مامور من اللہ تھے۔ آج بھی حکمرانی، حکمران وقت کے مقدس جسم میں بغیر کسی درمیانی وسیلے کے پہنچی تھی۔۔ عجائب گھر کی دیوروں پر ہتھیار تھے اور عجائب گھر کی الماریوں میں وہ کتابیں تھیں جو ان ہتھیاروں کو ظالموں کے حق میں استعمال کرنے کی دلیلیں لاتی تھیں۔ تختہ سیر شاہی، آئین اکبری، اشائے ابوالفضل، شاہ کے حق میں ہر دلیل تھی شاہ کا ہر دعوی درست تھا۔(۱۱)

زاہدہ حنا کی اس کہانی میں انسانوں کا قتل عام اور تشددانہ رویہ پوری دنیا کے سامنے ہے۔ جہاں مور کا پر جھنکارنا اور آزادانہ ناچنا پسند نہیں ہے اور گوشت کھانے کے لیے اسے گولی مار دی جاتی ہے۔ معاشرے میں ہونے والے تشدد کے عمل کا

Tahreer
Journal of Languages and Literature, Vol. 2 No. 2 (2024)

اظہار بار بار آتا ہے۔ ایسا تشدد کہ پڑھتے ہوئے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ وسیع پیمانے پر املاک اور انسانی جانوں کا ضیاع جاری ہے۔ نہتے اور کمزور افراد لاکھوں کی تعداد میں لقمہ اجل بن چکے ہیں۔ موت کے بے رحم منہ سے جا کر انسان زندہ لاشوں کی صورت دکھائی دیتے ہیں۔

زاہدہ حنا کی کہانیوں کا دوسرا مجموعہ "راہ میں اجل ہے" ۱۹۹۳ء میں چھپا۔ اس میں چھ کہانیاں اور ایک ناولٹ شامل ہے۔ اس مجموعہ میں زاہدہ حنا کی کہانیوں میں کرداروں پر ان کی گرفت پہلے سے زیادہ مضبوط ہے جو معاشرے کے تلخ حقائق کینوس پر لانا چاہتی ہیں وہ پوری طرح نمایاں ہو کر سامنے آجاتے ہیں۔ چنانچہ اس مجموعہ کی کہانیوں میں کوئی نہ کوئی ایسا مسئلہ سامنے آتا ہے جو دل پر گہرا اثر چھوڑتا ہے۔ اکثر جگہوں پر آنکھیں نم ہو جاتی ہیں۔

زاہدہ حنا کے افسانے "زمیں آگ کی، آسماں آگ کا" کا موضوع ہمارے معاشرے میں عورت کی کمزوری اور بے بسی ہے۔ عورت ہمارے معاشرے کا انتہائی کمزور اور بے بس کردار ہے۔ اسے اپنے جائز حقوق کے لئے کئی ایک مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بالخصوص شادی شدہ عورت کے لئے شوہر کی ہر جائز و ناجائز بات ایک ایسے قانون کا درجہ رکھتی ہے جسے توڑنا اس کے بس کی بات نہیں۔ لہٰذا شوہر کے ظلم کا شکار ہونا اس کا مقدر ٹھہرتا ہے۔

یہ کہانی مشہور شاہ بانو طلاق کیس کی بنیاد پر بڑے فطری انداز میں آگے بڑھتی ہے۔ اس کہانی میں سماج اور مذہب کے نام نہاد ٹھیکیداروں کے رویوں کو بے باکی اور سچائی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ یہ کہانی نسائی شعور کی بہترین مثال قرار دی جا سکتی ہے۔ کہانی میں جگہ جگہ ایسے مقامات آئے جہاں روایت اور مذہب کا سہارا لے کر عورت کے استحصال کے مروج رویوں کو کتابوں کے حوالے سے پیش کیا گیا ہے۔ زاہدہ حنا نے اس کہانی میں بڑی چابکدستی سے معاشرتی سچائیوں کو پیش کیا ہے۔ مصنفہ لکھتی ہیں:

> "شادی کو چند مہینے ہی گزرے تھے، دلارے میاں حسب معمول اس رات بھی دیر سے آئے۔ یہ پہلی رات تھی جب ان کے انتظار میں جاگتے جاگتے شہنشاہ بانو کی آنکھ لگ گئی تھی۔ کواڑ کھلنے کی آواز کانوں میں پڑی تو ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھیں اور پمپ کی لو کو اونچا کیا۔ مہکتی ہوئی شیروانی کے بٹن کھولتے ہوئے دلارے میاں کی نگاہ ان کی نیند ماتی آنکھوں پر پڑی تو آگ بگولہ ہو گئے اور شیروانی ایک طرف اچھال کر طاق سے بہشتی زیور اتار لائے۔ مذہب کے بارے میں خاک بتایا تھا تمہارے باوانے، دلارے میاں کی سان چڑھی آواز نیم تاریک

Tahreer
Journal of Languages and Literature, Vol. 2 No. 2 (2024)

کمرے میں بجلی کی طرح چمک گئی۔ قرآن ختم کر چکی ہے میری بچی۔ تفسیر حدیس سے واقف ہے۔ بہشتی زیور پڑھ رکھا ہے اس نے انہوں نے ابا میاں کے لہجے کی نقل اتارتے ہوئے بہشتی زیور کھول لیا۔ درمیان میں ابا میاں کو تونہ لائیے۔ شہنشاہ بانو نے ٹوٹی ہوئی آواز میں التجا کی۔ اس پر سے زبان بھی چلاتی ہو۔۔(۱۲)

معاشرے میں عورت پر ہونے والے ظلم و ستم کو مصنفہ نے اپنی کہانی کا موضوع بنایا ہے۔ عورت کی حیثیت ایک باندی یالونڈی کی سی سمجھی جاتی ہے۔ اس حبس اور گھٹن کے ماحول میں عورت کے پاس کوئی راستہ نہیں۔ مصنفہ نے اپنی کہانی کے ذریعے شعور دینے کی کوشش کی ہے کہ جس معاشرے میں حقوق و فرائض کا تعین نہ ہو تو وہاں انصاف ممکن نہیں اور انصاف کے بغیر معاشر وٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتا ہے۔

"جسم وزبان کی موت سے پہلے" ایک ایسا افسانہ ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ کس طرح بے راہ روی اور دہشت گردی ہمارے معاشرے کی بنیادوں کو ہلا رہی ہے اور انہیں کھوکھلا کر رہی ہے۔ افسانہ "جسم وزبان کی موت سے پہلے "میں بھی ایک ایسے ہی عقوبت خانے کی تصویریں پیش کی گئی ہیں۔ جہاں افسانے کے ہیرو "عباس" پر تشدد اور اذیتوں کے عجب عجب کھیل کھیلے جاتے ہیں۔ اسے توڑنے اور اپنے نسب العین کو چھوڑنے کے لیے جسمانی اور روحانی صدمات سے دوچار کیا جاتا ہے۔ لیکن وہ اس ظلم و جبر کے ہر ہتھکنڈے کے سامنے سینہ سپر رہتا ہے اور انتہائی بے بسی اور لاغری میں ان چہروں پر حقارت سے تھوک دیتا ہے۔

"مڈل کلاس کے یہ خود ساختہ انقلابی سزاؤں اور بھوک پیاس سے نہیں ٹوٹے، ان کی عزت نفس پر چوٹ لگاؤ۔ یہ تنکے کی طرح دو ٹکڑے ہو جائیں گے۔(۱۳)

اس کہانی میں اذیت گاہوں اور عقوب خانوں کی ایسی دردناک صورت گری ہے جس کی تلخیص ممکن نہیں کہ احساس کی شدت کو صرف محسوس کیا جا سکتا ہے۔ اس کا چربہ نہیں اتارا جا سکتا۔ زاہدہ حنا معاشرے کی ابتر حالت کو اس طرح واضح کرتے ہیں کہ پڑھ کر دل دہک جاتا ہے۔ سماج کے اس ناسور کو بڑے طریقے سے پیش کرتے ہیں۔ ایک ایسا معاشر و جہاں ظلم و زیادتی اپنے عروج پر ہے، جو اپنی آزادی رائے کے لیے جانیں دیتے تشدد برداشت کرتے لیکن ہار نہیں مانتے ہیں۔ "جسم وزبان کی موت سے پہلے "تھرڈ گری تشدد کو دکھایا گیا ہے۔ اسے توڑنے کے لیے اس کے اندر سے اپنی "میں" اور انا ختم کرنے کے لیے خوفناک تشدد کیا جاتا ہے۔ یہ تشدد یہ موت کا رقص کوئی انوکھا نہیں ہے یہ تو روز ازل سے جاری ہے۔

Tahreer
Journal of Languages and Literature, Vol. 2 No. 2 (2024)

زاہدہ حنا کے افسانے "تنہائی کے مکان میں" میں وہ نسل ہے جن میں ایٹمی زہر گھل گیا تھا اور بعد کی نسلوں میں بھی یہی تقسیم ہونا تھا۔ اسی نسل سے تعلق رکھنے والی ماسومی اپنی زندگی میں محبت کے پہلے احساس کے ساتھ، اپنی زندگی کے پہلے بوسے کی یادوں کے ساتھ تنہا کھڑی نظر آتی ہے۔ اس میں ایک ایسی لڑکی کی کہانی ہے جو جاپان میں ایٹمی حملے سے متاثر ہوئی تھی جسے جاپانی زبان میں ہیبا کوشا کہا جاتا ہے۔ یعنی جس میں ایسا زہر گھلا ہوا ہے جسے وہ اپنے بعد کی آنے والی نسلوں میں منتقل کرتی ہے۔ وہ دن جب ہیروشیما پر تباہی مچانے والوں کی فریاد کرتا ہوا دہائی مچاتا ہوا خود بھی مر گیا تباہی مچانے والے یہ بھول جاتے ہیں کہ موت ان کا بھی مقدر ہے۔ انہیں کسی کی زندگی چھیننے کا خوشیوں کے باغ تاراج کرانے کا کیا حق ہے۔ وہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ مرنے کے بعد بھی اپنے اعمال کا حساب تو دینا ہوگا۔ کسی مذہب سے تعلق ہو یا نہ ہو قدرت کے قانون سے فرار ممکن نہیں۔

معدوم ابن معدوم "افسانہ ایسے معاشرے کی عکاسی کر رہا ہے جو بہتے ہوئے دنوں اور دور ہو چکے شہروں کا ذکر ملتا ہے۔ اس کہانی میں بھی کسی بھی حالت میں ہندوستان سے ترک سکونت نہ کرنے والے کرنل معصوم کی کہانی ہے جنہوں نے آزادی وطن کی خاطر لال قلعہ کی قید کاٹی اور جب ملک آزاد ہوا تو وہ ان لوگوں پر ہنستے تھے ہجرت کر رہے تھے لیکن ان کا اپنا بیٹا جعفر جب پڑھ لکھ کر جوان ہوا تو پھوپھی جان سے ملنے پاکستان آیا اور پر یہیں بس گیا۔ کرنل معصوم نے بیٹے کے دیئے اس غم کو سہار لیا ۔ جعفر کا بیٹا دادا سے ملنے ہندوستان آیا تو جہاں کی یادگاریں، باغات، حویلی، نوادرات اور شجرہ نسب دیکھ کر بہت متاثر ہوا۔ وہ دادے کی وراثت سنبھالنے کا عہد کرتا ہے۔ اپنے دادا دادی کو پاکستان ہجرت کر جانے والوں کے حالات بتاتا ہے۔

> "وہاں ہماری ہوا اکھڑ چکی یہاں سے جانے والوں کی بڑی بڑی جائیدادئیں اپنی بنیادیں چھوڑ چکیں، تب ہی تو سب کے بچے باہر پڑھ رہے ہیں تب ہی تو سب گرین کارڈ کے خواب دیکھتے ہیں یہاں سے جانے والے اپنا مقدمہ ہار گئے ہیں دادی بیگم۔۔۔ آپ کو اور دادی بیگم کو دیکھ کر محسوس ہوا کہ آپ یہاں گڑے ہوئے ہیں اور ہم شیشے میں سانس لیتے ہوئے منی پلانٹ کی طرح ہیں۔۔ جس کا زمین سے کوئی ناتا کوئی رشتہ نہیں۔۔۔ بُری بات علی اکبر۔۔ پاکستان تمہارا ملک ہے۔ کراچی میں تمہارا گھر، کراچی سے اب خون میں بھیگی ہوئی خبریں آتی تھیں۔
>
> (۱۴)

سید مظہر جمیل لکھتے ہیں:

"معدوم ابن معدوم ابن معدوم اس اعتبار سے خصوصی اہمیت رکھتی ہے کہ اس میں زاہدہ حنا نے ہجرت کے پورے عمل کو بیتے ہوئے وقت کے تناظر میں دیکھا ہے۔"(۱۵)

پاکستان میں تشدد اور دہشت گردی اپنے عروج پر ہے۔ خاص طور پر کراچی میں ہجرت کے بعد ہونے والے ظلم و ستم اور جبر کو اپنا موضوع بناتی ہیں اور ایسی تصویر بناتی ہیں کہ پڑھنے والے سکتے کی سی حالت میں آجاتے ہیں۔ زاہدہ حنا نے ملکی اور غیر ملکی سطح پر ہونے والی دہشت گردی کو موضوع بنایا ہے۔

افسانہ "بہ ہر سو رقص بسمل بود" کا موضوع پاکستان کے شہر کراچی کے معاشرتی مسائل احساس محرومی، تشدد، اغواء اور رشوت اور بھتہ خوری کا بازار گرم ہے۔ بہائی قبیلے کی ایک عورت، خجستہ خانم کی کہانی بھی ہے جس کے دو جوان بیٹے اس جنون اور خون ریزی کی بھینٹ چڑھے لیکن اصل کہانی کراچی کی سڑکوں پر پھیلی وحشت و دہشت کی ہے۔ ناہید جنوبی ایشیا میں مذہبی اقلیتوں پر تھیسس لکھ رہی ہے اور اس کا بھائی نجیب فوٹو گرافر ہے جو شہر کی خون ریزیوں کے پس پردہ رازوں کو کیمرے میں محفوظ کر چکا ہے۔ جنہیں کوئی اخبار چھاپنے کو تیار نہیں ہے اور وہ ملک سے باہر ان کی نمائش کرنا چاہتا ہے۔ ان کی ماں انہیں اس آگ کے دریا جیسے شہر سے جلد از جلد باہر نکل جانے پر مجبور کرتی رہتی ہے وہ دونوں اپنے کام میں مصروف ہیں۔

"بی بی ناہید نجف میں آپ کے گوش گزار کر رہا ہوں کہ یہ سقراط کا زمانہ نہیں ہے جب زہر پلایا جاتا تھا۔ اب ٹی ٹی یا ماؤزر سے اڑایا جاتا ہے۔ یوزی گن سے جلایا جاتا ہے اور یہ جو آپ بہائیوں، ذکریوں، احمدیوں، عیسائیوں اور سکھوں کے غم میں نڈھال ہیں تو کبھی اپنے شہر کے مقتولین کا مرثیہ بھی لکھیے، دیکھیے تو سہی اس موت نے کیا ہند بند جکڑ لے ہیں۔۔ زمین شہر نے اک اک کے پاؤں پکڑے ہیں۔(۱٦)

یہ نجیب کی کھینچی ہوئی تصویریں تھیں جنہیں شہر کا کوئی بھی اخبار چھاپنے کو تیار نہ تھا کیونکہ ان تصویروں میں بہت سے چہرے پہچانے جاتے تھے اور آخر یہ تصویر میں کھینچنے والا نجیب بھی انہی کی بھینٹ چڑھ گیا۔

زاہدہ حنا کی کہانیاں سماجی، تہذیبی اور تاریخی پس منظر سے ابھرتی ہیں۔ زاہدہ حنا کے افسانوں کا نمایاں عنصر ان کی اساطیری فضا ہے۔ ان کے ہاں فلسفہ و تصوف کے رنگ بھی نظر آتے ہیں۔ زاہدہ حنا انسان دوستی اور محبت پر یقین رکھتی ہیں۔ اس لیے ان کے ہاں کسی ایک ملک، قوم یا مخصوص گروہ کا کچھ نہیں بلکہ پوری انسانیت کا دکھ افسانوں میں اجاگر ہوا ہے۔

Tahreer
Journal of Languages and Literature, Vol. 2 No. 2 (2024)

زاہدہ حنا لکھتی ہیں:

"کہ معاملے کی گہرائی میں جائیے تو انداز ہوتا ہے کہ یہ عورتوں کی نااہلی نہیں تاریخ کا جبر ہے۔ طویل ارتقائی عمل کے نتیجے میں جب زرعی انقلاب برپا ہوا تو عورت دیوی سے داسی بنی۔ یہ دیوتاؤں کے عروج اور دیویوں کے زوال کا آغاز ہے۔ اس کے ساتھ ہی ذہین عورتوں کے پنپنے پر بھی پابندی لگی۔ مرد اپنی حاکمیت اور اقتدار کی سند آسماں سے لایا اور عورت کو فرش زمین بنادیا۔ دیوتاؤں اور پھر خدا کے فرامین سے اسے اس قدر دہلا دیا گیا کہ خود عورت نے اپنے آپ کو تمام فتنوں کی جڑ اور ناقص العقل تسلیم کر لیا جب آسمانوں پر بیٹھا ہوا خدا یہ کہتا تھا تو وہ اس کے حکم سے سر تابی کے لئے کرتی۔"(۱۷)

صدیوں کی تاریخ میں عورت کی وقعت بس اسی قدر تھی۔ اسے جزبات سے عاری نیم مخلوق سمجھنے والے معاشرے میں محمد ورذمہ داریاں تفویض کی گئی تھیں۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مرورتوں کی حالت میں کسی نہ کسی طور پر تبدیلی آنا شروع ہوئی۔ اس تبدیلی کا عمل ست تھا۔ یورپ میں عورتوں کی حالت زار میں تعیدی کا آغاز انیسویں صدی کے نصف کے آخر میں زیادہ شدت سے ہونے لگا۔ عورتوں میں اپنے حقوق کے لئے آواز بلند کرنے کا شعور بیدار ہوا۔

زاہدہ حنا نے اپنی کہانیوں میں کاروکاری اور غیرت کے نام پر خواتین کا ظالمانہ قتل اور اس نام نہاد عزت و غیرت کے انداز کو ہدف تنقید بناتے ہوئے عورت کی بے وقعتی اور رسم و رواج کی غیر ضروری پرستش کی تصویریں دکھائی ہیں۔ مشرقی معاشرے میں مرد بااختیار اور عورت کی بے قعتی اور رسم و رواج کی غیر ضروری پرستش کی تصویریں دکھائی ہیں ۔ گوٹھوں، دیہاتوں اور قصبوں میں جرگہ اور پنچایت سسٹم رائج ہے۔ جس کے یقینی فوائد ہیں لیکن دراصل بعض حوالوں سے یہ ظلم و ستم کی عدالتیں بھی ہیں جس کے فیصلے کے خلاف کوئی عدالت عظمی بھی کاروائی نہیں کر سکتی۔ کچھ علاقوں میں عورت سے چھٹکارا پانے یا بدلہ لینے کا بہترین طریقہ یہ ڈھونڈا گیا ہے کہ پہلے عورت کو ہوس کا نشانہ بنایا جائے اور پھر کاری کا الزام لگا دیا جائے۔

زاہدہ حنا حوالے لکھتی ہیں کہ سندھ میں کاروکاری کی شرمناک رسم کو کاروبار کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ جیکب آباد کے چیف سردار نے اپنے اخباری انٹرویو میں بتایا کہ کاروکاری کے زیادہ ترکیبیں اس لیے داخل کئے جاتے ہیں کہ یا تو جرمانے کی رقم اینٹھی جائے یا پھر کسی قرض سے جان چھڑائی جائے۔ یہ رسم کسی کی زمین یا جائیداد پر قبضے کے لیے بھی استعمال کی جاتی ہے۔

زاہدہ حنا نے اپنے افسانوی مجموعہ "رقصِ بسمل ہے" کے افسانے "تنہائی کا چاہ بابل" میں دیہاتی طرزِ معاشرت، تہذیب و ثقافت اور مسائل و مشکلات کی عمدہ عکاسی کی ہے۔ افسانہ نگار کے ہاں دیہاتی زندگی کے متعدد پہلوؤں اور زاویوں کی پیش کش میں مشاہدے کی ژرف نگاہی نظر آتی ہے۔ ان کی اس کہانی میں دیہاتی زندگی کا ماحول، فضاء نام نہاد اقدار، رسوم و رواج، کسان کا استحصال، عورت کے ساتھ بہیمانہ سلوک، جاگیر دارانہ نظام، غلام در غلام نسلوں کی سوچ، طاقت اور اقتدار کا نشہ، مقتدر طبقے کی من مانی، توہمات، تعلیم سے دوری اور جہالت اور دیگر کئی پلوؤں کی کامیاب اور ہمہ رنگ تصویر کشی ملتی ہے۔ ان کی باریک بین نگاہ نے دیہاتی مناظر کو اس طرح سمویا ہے کہ وہاں کے دکھ درد بولتے محسوس ہوتے ہیں۔

> "بھابی کو اپنی قیمت میں خرید لے جانے کا بھی فخر تھا ان کی برادری کی سب سے خوب صورت لڑکی کی قیمت ستر ہزار لگی تھی اور اس کے بعد سب سے بڑی قیمت اس کی تھی۔۔ پندرہ سال کی عمر میں سوالا کھ روپے میں خریدی گئی تو باپ نہال ہوا تھا۔(۱۸)

دیہاتوں میں ولور کی قبیح رسم بہت پرانی ہے۔ اس جدید دور میں بھی یہ رسم ختم کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ آج کے دور میں اس رسم میں لڑکی کی قیمت میں اضافہ کی صورت میں تبدیلی واقع ہوئی ہے۔ المیہ یہ ہے کہ جو مائیں خود اس رسم کی بھینٹ چڑھ چکی ہوتی ہیں وہ بھی اپنی بیٹیوں کو معاشی پس ماندگی سے نکلنے کا ذریعہ سمجھتی ہیں۔ یہ ان لکھا، اٹل قانون اور رواج پشت یا پشت سے چلا آرہا ہے۔ اس غیر انسانی اور غیر شرعی اقدام پر کوئی سماجی قدغن نہیں۔

زاہدہ حنا نے سماجی حقیقت نگاری کے ذریعے نہ صرف اپنے افسانوں میں سماجی رہن سہن، طبقاتی تضاد، سماج کے پسے ہوئے استحصال طبقات اور ان کے ساتھ ہونے والی ناانصافی کو موضوع بنایا بلکہ سیاست اور مذہب کے ٹھیکیدار جو اپنے مفاد کے لیے دوسروں کا استحصال کرتے ہیں ان کی قلم کی زد میں آنے سے بچ نہ پائے۔ زاہدہ حنا کا فرد اور سماج سے گہرا رشتہ تھا۔ ان کے افسانے حقیقت نگاری پر مبنی ہیں۔ سماجی حقیقت نگاری، غریبوں کے مسائل اور مشکلات، ظلم و ناانصافی، احساس ذلت، عزت نفس کو بری طرح جھنجھوڑنا، جاگیر دار طبقے کی ظلم وزیادتی زاہدہ حنا کے افسانوں میں جگہ جگہ موجود ہے۔

حوالہ جات

۱۔ آسیہ نازلی، زاہدہ حنا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ، لاہور، حاجی حنیف پر نظر ۲۰۱۷، ص ۱۶

۲۔ زاہدہ حنا، جدید اردو افسانہ، مشمولہ: اردو افسانہ روایت اور مسائل، کراچی: ۱۹۸۴ء، ص ۶۹

۳۔ مرزا حامد بیگ، نسوانی آوازیں، لاہور: سارنگ پبلی کیشنز، ۱۹۹۶،، ص ۲۴۱

۴۔ مرزا حامد بیگ، اردو افسانے کی روایت، اسلام آباد: اکادمی ادبیات پاکستان، ۱۹۹۱، ص ۳۶

۵۔ زاہدہ حنا، زیتون کی شاخ، مشمولہ، تتلیاں ڈھونڈنے والی، لاہور: الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۰۸، ص ۴۱

۶۔ زاہدہ حنا، قیدی سانس لیتا ہے، کراچی: مکتبہ روشن خیال، ۱۹۹۳، ص ۶۵

۷۔ زاہدہ حنا، قیدی سانس لیتا ہے، ص ۲۵

۸۔ زاہدہ حنا، قیدی سانس لیتا ہے، ص ۶۵

۹۔ زاہدہ حنا، قیدی سانس لیتا ہے، ص ۲۵

۱۰۔ زاہدہ حنا، بودونبود کا آشوب، قیدی سناس لیتا ہے، کراچی روشن خیال، ۱۹۸۳، ص ۱۸۱-۱۸۰

۱۱۔ زاہدہ حنا، رنگ تمام خوں شدہ، قیدی سانس لیتا ہے، ص ۲۱۳

۱۲۔ زاہدہ حنا، زمین آگ کی آسمان آگ کا، مشمولہ، تلیاں ڈھونڈنے والی، لاہور: الحمد پبلی کیشنز ۲۰۱۷، ص ۲۵

۱۳۔ زاہدہ حنا، جسم و زبان کی موت سے پہلے، مشمولہ، راہ میں اجل ہے، کراچی: دانیال ۱۹۹۲، ص ۹۴

۱۴۔ زاہدہ حنا، آخری بوند کی خوشبو، راہ میں اجل ہے، کراچی: مکتبہ دانیال، س ن، ص ۱۵۶-۱۵۵

۱۵۔ زاہدہ حنا، رقص بسمل، معدوم ابن معدوم، لاہور: الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۰۱، ص ۴۴

۱۶۔ مظہر جمیل، سید، آشوب سندھ اور اردو فکشن، ص ۲۸۲

۱۷۔ زاہدہ حنا، نسائی ادب ایک سرسری جائزہ، مشمولہ، ادبیات، اسلام آباد؛ جلد ۱۸، شمارہ ۷۴ - ۷۵ (جنوری تا جون ۲۰۰۷، ص ۳۶۷

۱۸۔ زاہدہ حنا، شیریں چشموں کی تلاش، مشولہ، تتلیاں ڈھونڈنے والی، ص ۹۰